محدثِ قرطبہ بقیؒ بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ

جناب طیب شاہین صاحب

(۳)

امام بقی بن مخلد کی مخالفت کرنے والوں میں مندرجہ ذیل اصحاب زیادہ مشہور ہیں:۔

۱۔ عبداللہ بن خالد:۔ خود بھی عالم حدیث تھے اور اسے بے شمار فقہی مسائل حفظ تھے۔

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن حارث بن ابی سعید:۔ ابوعبداللہ قرطبہ کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اپنے والد اور جناب یحییٰ بن یحییٰ سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے حج کیا اور وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ امیر عبدالرحمٰن الاوسط نے انہیں پولیس کے معاملات کا سربراہ مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن کے بعد امیر محمد بن عبدالرحمٰن نے بھی انہیں اس عہدے پر بحال رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں والیٔ سوق بھی مقرر کیا۔ یہ دونوں عہدے تازندگی اُن کے پاس رہے۔ یہ امام بقی کی مخالفت کرنے میں پیش پیش تھے۔ ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن ابراھیم بن عیسیٰ:۔ ابوزید کا جدِّ اعلیٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ابوزید بنی ابی زید کا مورثِ اعلیٰ ہے۔ امیر عبدالرحمٰن کے زمانے میں اس نے بلادِ مشرق کا سفر بھی کیا۔ اِس کا علمِ حدیث وسیع تھا۔ لیکن اس پر امام مالکؒ کی فقہ غالب تھی۔ شوریٰ میں اسے ہمیشہ مقدم رکھا جاتا تھا۔ اور اس کا فتویٰ بہت اہمیت رکھتا تھا۔ ۲۵۸ھ میں فوت ہوا۔

جب امام بقی بن مخلدؒ نے مصنف ابن ابی شیبہؒ کا درس دینا شروع کیا اور مسائل میں امام مالکؒ کے ساتھ دوسرے علماء کے اختلافات بیان کرنے شروع کیے اور امام مالک اصحاب امام مالکؒ کی آراء کا دیگر مجتہدین کی آراء کے سامنے موازنہ شروع کیا تو مالکی فقہا نے واویلا مچا کر عوام کو بھڑکا دیا جس پر عوام بقی بن مخلدؒ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کو تدریسِ حدیث سے روک دیا۔ آخرکار معاملہ امیر محمد بن عبدالرحمٰن تک جا پہنچا۔ امیر محمد بن عبدالرحمٰن خود بھی عالم تھا۔ اور علم دوست شخص تھا۔ اُس نے امام بقی بن مخلد اور مالکی فقہا کو دربار میں طلب کیا۔ پھر اُس نے مصنف ابن ابی شیبہؒ کو اوّل تا آخر دیکھا۔ نہ صرف یہ کہ اسے اس کتاب میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نظر نہیں آئی بلکہ وہ کتاب کی جامعیت اور اُس کے حسنِ ترتیب سے بہت متاثر ہوا۔ اُس نے اپنے کتب خانہ کے ناظم کو حکم دیا کہ وہ اس کتاب کا نسخہ نقل کر کے کتب خانہ میں رکھ دے۔ پھر اُس نے امام بقی بن مخلدؒ سے کہا کہ وہ بے خوف و خطر اپنے مشن کو جاری رکھیں۔ اور اپنے علم کو پھیلائیں۔ مخالفت کرنے والے فقہا کو امام بقی بن مخلد کے معاملہ میں مداخلت کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔[1]

"دائرۂ معارفِ اسلامی اردو" میں مرقوم ہے کہ فکری اختلافات اور رقابت کی بناء پر اُن کے لیے سزائے موت تجویز ہوئی۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں جو مآخذ میسر ہیں اُن سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ موت کی سزا دینے کے لیے انہوں نے کیا فردِ جرم عائد کی تھی۔ معاصرت کی بناء پر حسد و رقابت ہمیشہ سے علمائے سُوء کا شیوہ رہا ہے۔ ہر زمانے میں علمائے حق نے علم کے ان ٹھیکیداروں کے طعن و تشنیع کے تیر کھائے ہیں۔ ان کی فتنہ سامانیوں کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ ان کو کوڑے لگائے گئے۔ اُن کو سرِعام رسوا کیا گیا ہے یہاں تک کہ انہیں تختۂ دار پر لٹکا یا گیا۔ ہر زمانے میں اہلِ اقتدار نے ان علمائے سُوء کی یہ کھیل کھیلنے میں بھرپور مدد کی۔ ان نام نہاد علماء اور مفتیوں نے فتوؤں کی ٹکسال میں فتوے گھڑے۔ ہمیشہ سے اُن کی نظر میں اہلِ دانش صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے اُن کے مدارس میں تعلیم پائی ہے۔ قرآن و سنت کا فہم صرف وہی علماء رکھتے ہیں جنہوں نے اُن سے سندِ علم لی ہے۔ تفقّہ کے حامل

---

[1] نفح الطیب ۔ جلد ۹ ص ۲۸۸

صرف وہی ہیں جو اُن کے مشائخ کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ اُن کے ساتھ معمولی سا بھی اختلاف رکھنے والا علم و تقویٰ اور دانش و تفقہ کے کم سے کم معیار سے بھی گر جاتا ہے۔ تب کسی عدالت میں اس پر فردِ جرم عاید ہو جاتی ہے۔ فتووں کی ٹکسال میں اُس کے خلاف فتوے گھڑ لیے جاتے ہیں۔ پھر اُس کے لیے صلیب تیار ہو جاتی ہے یا اُس کے لیے زہر کا پیالہ بھر دیا جاتا ہے۔

امام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ نے مشرق سے واپس آکر جب اپنی مسند مدوّن کرنا شروع کی تو بعض حضرات[1] نے محض تعصب کی بنا پر جناب بقیؒ کے ساتھ عداوت رکھنے پر کمر باندھ لی کہ انہوں نے اپنی مُسند مرتب کرتے وقت یحییٰ بن یحییٰ کی مرویات کی بجائے ابومصعبؒ اور یحییٰ بن بکیرؒ کی مرویات کو مقدم رکھا ہے[2]۔ اس کے بعد ان "اصحابِ علم" نے گویا بقی کی عداوت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ حالانکہ وہ خود بھی یحییٰ بن بکیرؒ اور ابومصعبؒ کے علمی مرتبے سے ناواقف نہ تھے۔ یحییٰ بن بکیرؒ صدق و دیانت اور تفقہ کے پہاڑ تھے۔ مشرق و مغرب کے جلیل القدر علماء نے اُن کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے۔ انہوں نے امام مالکؒ سے مؤطا کی سترہ بار سماعت کی ہے[3]۔

یہاں آکر ہمیں امام بقی بن مخلدؒ اور امام الہند امام شاہ ولی اللہؒ میں بہت حد تک مماثلت کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ہر چند کہ دونوں حضرات کے زمان و مکان کے احوال میں بہت فرق اور سیاسی تناظر میں بہت اختلاف تھا۔ لیکن پھر بھی ایک چیز اِن دونوں میں مشترک تھی۔ امام بقیؒ بن مخلد اندلس میں علومِ حدیث اور فقہ اثری کے بانی تھے اور ہند میں علومِ حدیث کو شاہ ولی اللہؒ کے توسط سے فروغ حاصل ہوا اور ہند میں اسلامی نشاۃ ثانیہ اور فقہ اسلامی کی تدوینِ نو کی بنیاد پڑی۔ اور دونوں حضرات کو سنتِ نبوی کی اشاعت کے سلسلے میں ایک سی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

ان مخالفتوں کے باوجود طلوعِ صبح کو نہ روکا جا سکا۔ امام بقی بن مخلد کی کوششوں سے اندلس

---

[1] ان حضرات میں امام یحییٰ بن یحییٰ کے دو صاحبزادے عبید اللہ بن یحییٰ اور اسحٰق بن یحییٰ سر فہرست ہیں۔ اس بارے میں یاقوت نے ان اصحاب کے ساتھ امام بقی بن مخلد کا مکالمہ بھی نقل کیا ہے۔ معجم الادباء جلد ۲ ص ۳۷۰۔

[2] معجم الادباء یاقوت حموی جلد ۲ ص ۳۷۰

[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۰۴

دارالحدیث بن گیا۔ قرطبہ کے مدارس میں موطا امام مالکؒ اور فقہ امام مالکؒ کے علاوہ حدیث کا وسیع مطالعہ شروع ہوگیا۔ بقیؒ ایک شمع روشن کر گئے تھے۔ اس شمع سے اور شمعیں روشن ہوتی گئیں اس طرح روشنی بڑھتی گئی۔ اس کے بعد اندلس میں بے شمار اہلِ علم پیدا ہوئے جو آزادیٔ فکر کے حامل اور سنتِ نبوی کے علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ تمام عالمِ اسلام نے ان کے علم سے خوشہ چینی کی ہے۔ اندلس اگرچہ مٹ گیا اس کی اسلامی تہذیب پیوندِ خاک ہوگئی لیکن اندلس اپنی گرمیٔ افکار کی وجہ سے آج بھی زندہ ہے کتنے ہی علماء ہیں آج جن کے افکار کی روشنی میں ہم اپنی راہیں تلاش کرتے ہیں۔ ان کے نام اندلس یا قرطبہ سے منسوب ہیں۔

بقی بن مخلد کی تصانیف امام بقیؒ نے جو کتابیں تصنیف کیں وہ ہمارے سامنے نہیں، زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے چھین لیں۔ تاریخِ اندلس کے دوران لاکھوں کی تعداد میں کتابوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا یا وادی الکبیر میں بہا دیا گیا۔ اندلسی علماء کی بہت سی کتب کے حوالے ہم دوسری کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ لیکن اصل کتابیں اس دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔ وہ علماء جنہوں نے امام بقی کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے ان کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اور انہی حضرات کی معلومات ہمارے اس تبصرے کا ماخذ ہیں۔ علامہ ابن حزمؒ امام بقیؒ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے امام بقی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور پھر اپنے تاثرات ثبت کیے ہیں۔ علامہ ابن حزم کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بقیؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ کتب سوانح میں اُن کی صرف تین کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

۱۔ تفسیر بقیؒ بن مخلد
۲۔ مسند بقی بن مخلد
۳۔ صحابہ و تابعین کے فتاویٰ

تفسیر بقی بن مخلدؒ "کشف الظنون" میں علمِ تفسیر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ "تفسیر وہ علم ہے جس میں بشری طاقت کی حد تک عربی زبان کے قواعد کے مطابق نظمِ قرآن کے معنی سے بحث کی جائے۔"[1]

[1] "تاریخ افکار و علوم اسلامی" علامہ راغب طباخ۔ اردو ترجمہ ادارہ معارف اسلامی کراچی جلد ۱ ص ۱۹۹

قرآن مجید عربیٔ مُبین اور عربوں کے اسلوب بلاغت پر نازل ہوا ہے۔ صحابہ کرام جو قرآن کے اوّلین مخاطب تھے۔ وہ اس کے مفردات کے معانی، اس کے محاورے اور اس کے تمام اسالیب کو خوب سمجھتے تھے تاہم جہاں کہیں اشکال واقع ہوتا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے استفسار کر لیا کرتے تھے۔ کسی آیت کے شانِ نزول۔ اس کے ناسخ و منسوخ کے متعلق آپ سے پوچھ لیتے تھے۔ اور آپ خود بھی مجمل آیت کی توضیح فرمادیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی تفسیر میں بہت کم اختلاف ملتا ہے۔ صحابہ کرام سے یہ تفسیر تابعین نے اخذ کی اور اُن سے تبع تابعین نے حاصل کی اور پھر تفسیر بھی دیگر علوم کی طرح دَورِ تدوین میں داخل ہوئی۔ اس سے پہلے محدثین تفسیر فقہی اور دیگر ملی جُلی احادیث روایت کرتے تھے۔ بعض حضرات نے دانستہ یا نادانستہ طور پر نہایت ضعیف بلکہ موضوع تفسیری روایات بھی شامل کرنا شروع کردیں۔ اس طرح تفسیر میں بظاہر بہت زیادہ اختلاف نظر آنے لگا۔ اس قسم کی روایات بیان کرنے والے زیادہ تر واعظین قصّاص اور سورتوں کے فضائل بیان کرنے والے حضرات تھے۔ امام احمدؒ بن حنبل رحمۃ اللہ کے قول ثلاث کتب لا اصل لها المغازی والملاحم والتفسیر" (تین قسم کی کتابیں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں غزوات جنگیں اور تفسیر[1]) میں اسی قسم کے واضعین کی طرف اشارہ ہے ورنہ انھوں نے خود بھی تفسیر روایت کی ہے۔ اور دیگر ثقہ محدثین نے بھی تفسیری روایات نقل کی ہیں۔ مندرجہ ذیل علماء جنہوں نے تفسیری احادیث کی ہیں ثقاہت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

یزید بن ہارون	المتوفی	۱۱۷ھ
شعبہ بن الحجّاج	المتوفی	۱۱۸ھ
وکیع بن الجرّاح	المتوفی	۱۹۷ھ
سُفیان عُیَینہ	المتوفی	۱۹۸ھ
رَوح بن عُبادۃ	المتوفی	۲۰۵ھ
عبدالرزاق بن الہمام	المتوفی	۲۱۱ھ

[1] الاتقان فی علوم القرآن۔ علامہ جلال الدین السیوطی، طبع مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۵۱ء جلد ۲ ص ۱۷۸

آدم بن ایاس — المتوفی سنہ ۲۲۰ھ

ابوبکر بن ابی شیبہؒ — المتوفی سنہ ۲۳۵ھ

اسحاق بن راہویہ — المتوفی سنہ ۲۳۶ھ

عبد بن حُمَید — المتوفی سنہ ۲۴۹ھ

بعض علماء نے تفسیری روایات کو علیحدہ کتابی شکل میں جمع کیا۔ امام بقی بن مخلد بھی ان محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے تفسیر قرآن سے متعلق تمام روایات کو نہایت ثقہ اور قابل اعتماد ذرائع سے نقل کیا ہے۔ امام بقی بن مخلدؒ اس عہد میں گزرے ہیں جس میں تفسیر کے سلسلے میں اسالیب، وجوہ بلاغت اور لغت وغیرہ کی بجائے زیادہ تر توجہ آیات کے شانِ نزول، ناسخ منسوخ اور تفسیری روایات کی طرف دی جاتی تھی۔ محدّثین اسی طریقہ تفسیر کے حامل تھے۔ بقی بن مخلدؒ کا زمانہ تدوین کا دور تھا۔ جناب بقی بن مخلدؒ نے ایک تفسیر بھی مرتب کی تھی۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

"امام بقی بن مخلدؒ کی تصنیفات میں قرآن کی تفسیر بھی ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے متعلق میں یقینی طور پر بلا استثناء کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں اس جیسی کوئی تصنیف تالیف نہیں ہوئی۔ محمد بن جریرؒ طبری کی تفسیر اور دیگر تفاسیر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔"[1]

علامہ ابن حزمؒ نے جس جزم و وثوق سے بقی بن مخلد کی تفسیر کو علامہ طبریؒ کی تفسیر پر فوقیت دی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے دونوں تفاسیر کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے، نیز ابن حزم کا یہ تبصرہ اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے اندلس میں یہ دونوں تفاسیر متداول تھیں۔ علامہ ابن حزمؒ نے اپنی تصانیف میں خاص طور پر اپنی مشہور کتاب "المحلّٰی" میں محمد بن جریر طبریؒ کی اسناد پر احادیث روایت کی ہیں اور استنباط میں ان سے استدلال کیا ہے۔

(باقی)

---

[1] معجم الادباء جلد ۲ ص ۳۶۸